تعارف و تبصرہ

فی ملکوت اللہ

مولانا حمید الدین فراہیؒ
الدائرۃ الحمیدیۃ بمدرسۃ الاصلاح،
سرائے میر، ۱۳۹۱ھ ، صفحات ۷۰

صحیح عمل کے لیے صحیح علم ہمیشہ سے ضروری رہا ہے اور جہاں تک اسلام کا تعلق ہے اس کی حد تک تو اس کلیہ کی صداقت سورج سے زیادہ روشن ہے۔ قرونِ خیر کے بعد پیروانِ اسلام جس عملی زوال سے دوچار ہوئے اور ہوتے چلے گئے اور امت مسلمہ 'امت وسط اور خیر الامم کے مقام سے جو مسلسل نیچے گرتی چلی گئی اس کی ایک خاص اور بنیادی وجہ یہی اسلام کے صحیح علم و شعور کی خامی ہے۔ اور علم و شعور کی اس خامی کا سراجب تلاش کیا جاتا ہے تو وہ صفاتِ الٰہی کے معانی و مقتضیات سے کم آگہی کے سوا اور کچھ نہیں قرار پاتا۔ اللہ کے دین حقیقی، بے آمیز، مکمل اور جامع و مانع علم کی یافت سرتاسر موقوف ہے اس بات پر کہ آدمی کا ذہن اللہ کی صفات کا صحیح علم اور مکمل و متوازن ادراک رکھتا ہو۔ لیکن اکثر و بیشتر اس میں ناکامی ہوتی رہی ہے اس ناکامی کی وجہ صرف یہ تھی کہ اللہ کی ساری صفات کو تسلیم کرنے کے باوجود ان کے ٹھیک ٹھیک معانی و مقتضیات کے ادراک سے اور ان کے متوازن تصورات سے بُعد پیدا ہو گیا تھا حالانکہ صفاتِ الٰہی کا یہی صحیح فہم اور متوازن تصور وہ چیز ہے جو دین و خدا پرستی کے صحیح مفہوم کی ضمانت ہوا کرتی ہے لیکن مختلف خارجی اور داخلی اسباب کی بنا پر لوگ اس صحیح و متوازن تصور کو اپنے شعور کی گرفت میں نہ رکھ سکے۔ بعض صفات کو تو پوری اہمیت کے ساتھ ذہنوں میں تازہ رکھا گیا مگر بعض کو وہ اہمیت نہ دی جا سکی جو دی جانی چاہیئے تھی دوسرے لفظوں میں بعض صفات کے تقاضے ذہنوں پر اس شدت بلکہ مبالغے کے ساتھ

حاوی کر لیے گئے کہ کچھ دوسری صفات کے تقاضے نظروں سے کسی نہ کسی حد تک اوجھل ہو کر رہ گئے۔ یہ وہی غلطی تھی جس کا شکار ساری پچھلی قومیں و ملتیں ہوتی رہی ہیں، اور جب یہ غلطی ان کے یہاں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ کی کتاب رکھنے کے باوجود وہ دین و خدا پرستی کے ایسے جاہلانہ تصورات کے بیابان میں کھو کر رہ گئیں جہاں جہل و گمراہی کی حیرانیوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

ان صفات خداوندی میں سے جن کے ساتھ ماضی بعید میں مسلسل یہ ظلم ہوتا رہا، حاکمیت کی صفت سرِفہرست ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اسی عظیم اور اہم ترین صفت کے نہ سمجھ پانے کا نتیجہ ہے کہ مجوس دو خداؤں کے قائل بن گئے، نصاریٰ کے عقائد میں ایک طرف تو تین تین الوہیتوں کا عقیدہ شامل ہو گیا۔ دوسری طرف یہ خیال بھی ان کے ذہنوں میں بابسا گیا کہ دنیا شیطان کے زیرِ فرمان ہے۔ حتیٰ کہ خود مسلمانوں میں کا بھی ایک گروہ، معتزلہ کا گروہ، اس بات کا قائل بن گیا کہ اپنے اعمالِ بد کے خالق، انسان خود ہی ہیں، خدا نہیں ہے اور جہاں تک دین و سیاست کی تفریق کا سوال ہے اس نظریے کے سیلاب میں تو بہہ جانے والوں کا کوئی شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔

جہاں تک امت مسلمہ کا تعلق ہے، تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ کی اس صفت کا حق پہچاننے میں وہ بھی پوری طرح کامیاب نہ رہ سکی۔ بلاشبہ کوئی بھی مسلمان اس صفت کا نہ منکر ہے نہ اس سے یکسر نابلد۔ سبھی کا اس پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت لاشریک حاکمیت اور فرمانروائی بھی ہے۔ قرآن حکیم میں اس صفت کا اتنی وضاحت سے اور اتنی بار حوالہ دیا گیا ہے کہ کوئی عالم و مفسر تو کیا، ایک عام آدمی بھی اس سے ناواقف نہیں رہ سکتا۔ لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ واقفیت بالعموم اجمالی ہی ہوتی ہے اور جب سوال اس کے تفصیلی علم اور گہری واقفیت کا سامنے آتا ہے تو پھر صورت واقعہ ویسی نہیں رہ جاتی جیسی ہونی چاہیئے، اور اس عظیم صفت کی صحیح معرفت رکھنے والے بہت تھوڑے رہ جاتے ہیں۔

اوپر کی سطروں میں اس صفت حاکمیت کو ایک عظیم ترین اور اہم ترین صفت کہا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ صرف بجائے خود ہی ایک اہم صفت نہیں ہے بلکہ کتنی ہی اساساتِ دین

کا سرچشمہ بھی ہے۔ ان اساساتِ دین میں رسالت اور معاد جیسی بنیادی اصولِ دین بھی شامل ہیں۔ اگر اللہ جل شانہٗ کی اس صفت کو سامنے نہ رکھا جائے تو شریعت، بالخصوص غیر تعبدی احکام دین کی کوئی مضبوط اور واضح بنیاد پائی ہی نہ جا سکے گی۔ حالانکہ یہ عظیم بنیادی صفت اپنے عمل و اثر کے لحاظ سے صرف تشریع ہی کے معاملے میں فیصلہ کن حیثیت نہیں رکھتی بلکہ دنیا کے احوال و وقائع اور قوموں کے عروج و زوال کے پیچھے بھی اسی کی جلوہ سامانیاں کارفرما رہتی ہیں۔ اس لئے اگر اس صفت کو ٹھیک طور سے نہ سمجھا گیا تو حق بات یہ ہے کہ پھر صرف دین ہی کو نہیں دنیا کو بھی صحیح طور سے نہیں سمجھا جا سکتا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا امت مرحومہ پر ایک خصوصی فضل ہے کہ وہ حق و صواب سے نہ کبھی کلیۃً بے بہرہ ہو سکی نہ ہو سکے گی۔ چنانچہ اس امرِ خاص میں بھی آپ دیکھیں گے کہ ایک عام غفلت اور کم آگہی کے باوجود امت میں ایسے صاحب نظر علماء ہمیشہ موجود رہے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی صفات کا متوازن علم اور اس کی صفت حاکمیت کا صحیح ادراک حاصل تھا۔ انہی مردانِ حق آگاہ میں مولانا حمید الدین فراہیؒ بھی تھے، اور یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ دین کے اس اہم مسئلہ کی طرف انہوں نے جو توجہ کی ہے اور اس اہم صفت خداوندی کی جس طرح نقاب کشائی کی ہے اس کی نظیر بہت کم مل سکے گی۔ چنانچہ انہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل تصنیف بھی چھوڑی ہے، تاکہ اس صفت کی وہ اہمیت اچھی طرح واضح ہو جائے جس کی وہ فی الواقع حامل ہے۔ اس کتاب کی ابتدا میں انہوں نے یہ شکوہ بھی کیا ہے کہ ہمارے علماء نے دین کے اس اہم ترین موضوع پر اور اس صفت کے معانی و مطالب اور مقتضیات کی توضیح و تبیین پر وہ توجہ نہیں فرمائی جس کی ضرورت تھی۔ یہ سعادتِ خاص انہیں اس لیے ارزانی ہو سکی کہ انہیں نہ صرف فہم قرآن کا غیر معمولی ملکہ عطا ہوا تھا بلکہ وہ قلب خاشع بھی ملا تھا جو بجائے خود نزول کتاب، کا پوری طرح اہل تھا۔ وہ قرآن حکیم کی گہرائیوں میں بالکل یکسو ہو کر اور سارے پیشگی خیالات، ذاتی رجحانات اور تقلیدی ذوق سے ذہن کو پاک رکھ کر اترتے تھے اور اللہ کی اس کتاب کو بنیادی طور پر خود اسی کے نظائر و شواہد کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس اہتمام اور التزام کا ثمرہ یہ ہوتا کہ وہ دین کے مختلف پہلوؤں میں سے کسی کی طرف زیادہ جھک پڑنے اور کسی کا پورا حق نہ ادا کر سکنے کی اس

غلطی سے محفوظ رہے جس میں لوگ عام طور سے مبتلا ہوجایا کرتے ہیں۔ اللہ کی صفت حاکمیت کے باب میں وہ جن حقائق تک پہنچے وہ دراصل ان کی اسی گہری قرآن فہمی کا اور دین کے اس صحیح، جامع اور متوازن تصور کا فیضان تھا جو اس قرآن فہمی کے نتیجے میں انہیں حاصل ہوسکا تھا۔

ان کی مذکورہ بالا بیش قیمت کتاب صفت حاکمیت کے بارے میں جن اہم نکات پر مشتمل ہے ان کا صحیح اندازہ اس کتاب کے عمیق مطالعے ہی سے ہوسکتا ہے۔ یہاں اس کے چند مشتملات کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ مولانا صفت حاکمیت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ان عظیم ترین اور اہم ترین دینی معارف میں سے، جن کے بغیر نہ توحید کا عقیدہ ٹھیک رہ سکتا ہے نہ دینِ حق کی صحیح واقفیت حاصل ہوسکتی ہے، نہ انسان کی عقل کو طمانیت حاصل ہوسکتی ہے نہ اس کے قلب کو، وہ علم و معرفت بھی ہے جس کی طرف قرآن نے ہماری رہنمائی فرما رکھی ہے اور جسے عقیدۂ توحید کا ہم نشین قرار دیا ہے اور یہ ہے اللہ تعالیٰ کی صفت حاکمیت اور اس کے عدل کا علم.... الخ" ص۶

دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو اللہ تعالیٰ اور اس کی ساری ہی صفاتِ کمال کی معرفت ہی سارے علوم دین کا اصل سرچشمہ ہے۔ ان سب صفات میں سب سے اہم صفت اس کی لاشریک حاکمیت کی صفت ہے" ص۴

صفت حاکمیت کی صحیح معرفت کے ثمرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اس معرفت کے طفیل دنیا کی تاریخ کا اور دین کی تاریخ کا، احکام و شرائع کا اور ان کی حکمتوں کا اور ان کے دلائل کا، سیاست الٰہیہ سے مطابقت رکھنے والی اعلیٰ و افضل سیاستِ مملکت کا،..... سب کچھ کا سمجھ لینا آسان ہوجاتا ہے" ص۴، ۵

صفت حاکمیت کے معانی و مقتضیات کے بیان کرتے ہوئے خلافت کے بارے میں

فرماتے ہیں :۔

"چونکہ خلافت نام ہے اس بات کا کہ لوگوں کو ایک متحدہ ہیئت میں پرُو دیا جائے، یہاں تک کہ وہ سب کے سب ایک دل و دماغ سے کام لینے لگیں... ... اور اس کے نتیجے میں ان کے مصالح کو فروغ اور ان کی قوتوں کو استحکام حاصل ہو، ان کی آزادی محفوظ رہے، ان کا کلمہ بلند ہو، ان کے اخلاق ترقی کرتے جائیں، ان کی برکتوں کا دائرہ وسیع ہو جائے تا کہ ان کا وجود خلق کے لیے رحمت اور زمین پر باعثِ برکت بن جائے۔ اس لیے یہ خلافت ان کے لیے سب سے بڑا خیر اور سب سے بڑی نعمت ثابت ہوتی ہے۔ جب حقیقت یہ ہے تو ان کے لیے بالکل ضروری ہے کہ اس خلافت کے قیام و بقاء کے لیے اپنی ساری کوششیں صرف کر ڈالیں، یہی ان کی زندگی کا نصب العین اور ان کی آرزوؤں کا مرکز و محور ہو"۔ ص ۳۰، ۳۱

اس گراں قدر کتاب کے صرف چند اہم گوشوں کو یہاں روشنی میں لا سکا ہوں۔ میرا خیر خواہانہ مشورہ ہے کہ اہل علم اس کتاب کا پورے اہتمام اور پورے تمق سے تفصیلی مطالعہ کریں تا کہ اس کے مندرجات سے پوری طرح واقف ہو سکیں۔

(صدر الدین اصلاحی)

ایجنسی کی صورتیں

ششماہی علوم القرآن ایک علمی و دینی رسالہ ہے اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لینا کارِ خیر ہے

۱۔ ششماہی علوم القرآن کی کم از کم پانچ کاپیاں لینے پر ایجنسی دی جاتی ہے۔

۲۔ پانچ سے بیس کاپی تک ۲۵ فیصد، ۲۰ سے ۳۰ کاپیوں تک ۳۰ فیصد اور ۳۰ سے زائد کاپیاں خریدنے پر ۴۳ فیصد کمیشن دیا جاتا ہے۔

۳۔ مطلوبہ کاپیاں بذریعہ وی۔ پی روانہ کی جاتی ہیں اور پیکنگ و ڈاک کے اخراجات ادارہ کے ذمہ ہوتے ہیں۔

۴۔ مطلوبہ کاپیوں کی تعداد میں اضافہ کے لیے ادارہ کو پیشگی اطلاع دینا ضروری ہے۔